تفسیر ماجدی کی نمایاں خصوصیات، تفسیری تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Salient Features of Tafsir-e- Majdi, An Analytical Study in Tafsiri Perspective

ڈاکٹر محمد عزیز اللہ•

سید محمد ابراہیم••

ڈاکٹر قاضی عبدالمنان•••

Abstract

Tafseer –e- Majadi Urdu is one of the first rate Tafseers in the present era. It is the masterpiece Tafseer of Mulana Abdul Majid Darya Baadi. In this Tafseer Mulana Abdul Majid brought under discussion various subjects nsuch as economics problems, ethical problems, political problems and general matters of the life. The soul characteristics of the Tafseer are to remove the doubts and whims from the modern minds, to unveil the shortcomings of modern thinking and to bring it into light. Moreover this Tafseer pursuits the secrets of knowledge of Christianity and Jewish and highlighted self-made mistakes and conspiracy and responded them according to their own resources. Apart from it the Tafseer is the amalgamated library of the old and modern concepts from where there emerge new avenues of study. Access to such consequences is impossible in this busy life.

In this article it has been tried to present some samples of this great beneficent so that the readers may get motivated for study and research

Key words: Abdul Majid, Tafsir Majidi, Tafsir

• Assistant Professor, BSI, UET.

•• Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center ,UOP

••• Assistant Professor, Qurtuba University Peshawar

تفسیر ماجدی دور حاضر کی ان گنے چنے اردو تفاسیر میں شمار ہوتا ہے جن کی زبان اور لہجہ نہایت شستہ اور طرز ادا انتہائی سلیس ہے۔ یہ اپنے قاری کو مزید پڑھنے اور اپنے دل و دماغ کو قرآنی علوم و معارف سے معطر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اس تفسیر کے اندر جہاں اسلافِ امت کے تفسیری اقوال جگہ جگہ علمی جواہرات کی شکل میں موجود ہیں وہاں دور حاضر کے بڑے بڑے فتنوں، مغربی جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرزم اور نام نہاد روشن خیالی کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی گی ہے۔ تفسیر میں اسلامی ذرائع ابلاغ سے لیکر غیر اسلامی حوالے بھی جابجا ذکور ہیں۔

عصر حاضر کے علماء کا کہنا ہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب جہاں جہاں پہنچے اور جن جن وسائل سے استفادہ کر کے اس تفسیر کو ترتیب دیا آج کل کے اس مصروف دور میں تقریباً ناممکن ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اس تفسیر کو اپنے مطالعے میں رکھا جائے تو غنیمت ہو گی۔

اس مقالہ کے اندر تفسیر ماجدی اردو کے ادبی محاسن کو اپنی استطاعت کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن میں تفسیر کے محاورات، تفسیری نکتے، ضرب الامثال اور غیر مسلم علماء کے اقوال شامل ہیں۔

تفہیم کا آسان انداز:

مولانا عبدالماجد دریابادی کو اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کا ایک انوکھا انداز عطا فرمایا تھا۔ زیرِ نظر عبارت میں مولانا نے تغیر خلق اللہ کو دو قسموں میں تقسیم کر کے قارئین کے لئے آسان کر دیا کہ تغیر ایک تکوینی ہوتا ہے۔ دوسرا تشریعی ہوتا ہے۔ قدیم زمانے میں ان دونوں قسم کی غلط کاریوں میں لوگ ملوث تھے لیکن دور جدید کے فیشن کے دلدادہ تہذیب نے تو اس تغیر کو زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔ اس حقیقت کو مولانا نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۱۸ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ”تفسیر خلق اللہ کی دو بڑی تقسیمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک خلق تکوینی میں تغیر دوسرے خلق تشریعی میں تغیر۔ قدیم مفسر نے تغیر خلق تکوینی کی مثال میں داڑھی منڈانے اور جسم گدانے کو پیش کیا ہے لیکن جاہلیت جدیدہ کی تربیتوں نے ان سے کہیں بڑھ بڑھ کر مثالیں نہ صرف ایجاد کر لی ہیں بلکہ انہیں پھیلا کر فیشن میں

داخل کر دیا ہے۔ مثلاً مردوں کا چہرے کے بال بالکل صاف کر کے اور طرح طرح کی نزاکتیں اختیار کر کے زیادہ سے زیادہ حد تک عورت بن جانا۔ عورتوں کے سر کے بال کٹا کر اور مردانہ وضع ولباس اختیار کر کے زیادہ سے زیادہ حد تک مرد بن جانا۔ ایسے آپریشن کرنا جن سے جنس تبدیل ہو جائے۔ یعنی عورت مرد بن جائے اور مرد عورت بن جائے اور خلق تشریعی میں تغیر کے معنی دین اور احکام دین میں تحریف کر دینا ہے۔[1]

دور حاضر کے دل ودماغ کو بیدار کیا ہے۔ بعض اوقات مولانا عبدالماجدؒ آیت کی روشنی میں عصر حاضر کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیکر ان تمام غلطیوں کو آیت کے عموم میں داخل کر کے اہل ایمان کو جھنجھوڑتا ہے۔ مفسر ماجدی سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ کی تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں: ''آیت اللہ، اللہ کی نشانیوں کا لفظ عام قرآن مجید کی آیتیں بھی انہی میں شامل ہیں۔ حکم کی تکرار کر دی۔ ایک بار مکہ میں نازل دوسری بار مدینہ میں، مسیحی یا ہندوانہ، تعلیمی، تہذیبی، معاشرتی وسیاسی ماحول کے جو گہرے اثرات طبعی طور پر مسلمانوں پر پڑ رہے ہیں وہ سب اس وعید میں آجاتے ہیں۔ اپنے شعائر واصول دین پر مضحکہ سنتے رہنا خواہ اسکولوں اور کالجوں میں ہو یا بازاروں اور تھیٹروں یا سینماوؤں میں یوں بھی بہر صورت بڑے بے غیرتی کی بات ہے''۔[2]

قرآن وسنت میں تفریق کرنے والے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں:

دور نبوی ﷺ میں منافقین یا یہودی ذہنیت کے لوگ پیغمبر کی پیروی سے جی چراتے تھے۔ اس وقت ان کے حق میں صاف کفر کا حکم لگایا گیا لیکن بد قسمتی سے دور حاضر میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب کی موجودگی میں کسی حدیث کی ضرورت نہیں۔ مولانا عبدالماجدؒ سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵۰ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے اس باب میں بہت کچھ بحث ہوئی ہے۔ بہر حال اتنا تو صاف ہے کہ اصل اشارہ یہود کی جانب ہے۔ جو انبیاًسابقین میں سے بہتوں کے تو قائل تھے لیکن اپنے ہی سلسلہ کے انبیاء میں سے حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ کے منکر تھے اور پھر نبوت مصطفوی کے بھی لیکن قرآن کے الفاظ میں ہیں۔ اور ان کے تحت نہ صرف مسیحی آجاتی ہیں تو نبوت مصطفوی کے تو منکر تھے ہی اور رسالت صحیح کے بھی منکر ہو کر الوھیت مسیح کے قائل ہو گئے ہیں۔ بلکہ آج کل کے بہت سے آزاد خیال اور روشن خیال بھی اس ذیل میں آجاتے ہیں۔ یورپ

میں ایک فرقہ (Deists) خدا پرستوں کا کہلاتا ہے اور ہندوستان میں بھی برہمو سماج ہے کہ لوگ توحید کے تو قائل ہیں لیکن عقیدہ و نبوت کے منکر یہ سب مثالیں اسی ناقص اور غلط ذہنیت کے ہیں۔ جس سے اسلام بڑھانا اور پیدا کرنا نہیں چاہتا بلکہ مٹانا اور فنا کرنا چاہتا ہے۔ اسلام وحدت تعلیم انبیاء کا قائل ہے۔ اس کے اندر یہ گنجائش نہیں ہے کہ فلاں فلاں پیغمبروں پر ایمان لایا جائے اور فلاں فلاں کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے"۔[3]

قانون جاہلیت کی جامع تعریف:

سورہ مائدہ آیت نمبر ۵۰ کی تفسیر میں قانون جاہلیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: " قانون جاہلیت کا اطلاق ہر ایسے قانون پر ہوگا جو خدائی اور آسمانی قانون کے مقابلے میں بشری دماغ نے تراشا ہو"۔[4] قرآن کریم میں جتنی احکام ما انزل اللہ کے تعلق سے بیان ہوئے ہیں ان پر اگر غور کیا جائے تو اس جاہلیت کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں۔

اسلام کا نظام طلاق اور غیر اسلامی نظاموں کا تقابلی جائزہ اور بے لاگ تبصرہ:

مولانا ماجدیؒ بعض مواقع پر اسلام کے نظام اور غیر اسلامی نظاموں میں کسی بات کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے اس سے ایک تو اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ دوسری غیر اسلامی نظام کا بودا پن ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر سورہ نساء آیت نمبر ۱۲۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "پس بعض جدید محرفین نے اس آیت سے جو نکالنا چاہا ہے کہ قرآن مجید نے تعدد بین الازدواج کو ناممکن بتایا ہے اور تعدد ازواج کی اجازت عدل کے ساتھ دی ہے۔ تو اس طرح اس اجازت کو ایک بار دے کر پھر واپس لے لیا ہے تو ایسے لوگوں نے نادانستہ طور پر ہی سہی لیکن بہر حال قرآن پر بڑا ظلم کیا ہے اور اس کی جانب بے تکلف اس عیب کو منسوب کر دیا کہ وہ جس چیز کو روکنا چاہتا ہے اس سے براہ راست منع نہیں کر دیتا بلکہ اس کے لئے خواہ مخواہ ایک پر پیچ راستہ اختیار کرتا ہے"۔[5]

اسلامی احکام کے حوالے سے دعوت فکر:

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۷ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دنیا کے دوسرے بڑے بڑے مذہبوں اور بڑی بڑی مہذب قوموں کی یہ بے اعتدالیاں اور افراتفریاں پیش و نظر رہیں۔ جب جا کر شریعت اسلام کی حکمتوں اور

اس کے پیدا کئے ہوئے توازن واعتدال کی قدر ہو گی۔ اسلام نے فطرت بشری کا بالکل صحیح اندازہ کر کے یہ حکم دیا کہ جب زوجین میں ناموافقت لاعلاج حد تک پہنچ جائے (اس ناموافقت کے اسباب کا احاطہ واستقصاء ممکن ہی نہیں ہر شخص کے لئے الگ سبب اور محرک ہوتا ہے) اور دوسری صورتیں واقفیت پیدا کرنے کی ناکام ہو لیں تو آخری علاج یہ ہے کہ فریقین اپنی خوشی سے باضابطہ معاہدہ نکاح کو فسخ کر کے ایک دوسرے سے مستقل علیحدگی اختیار کر لیں اور اس کا اصطلاحی نام طلاق ہے اور اس انقطاعی عمل کو بھی مطلق نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس پر متعدد پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں۔[6]

مستشرقین کو جواب:

غیر مسلم مفکرین کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ اسلام کے کسی بات کو اٹھا کر اپنی ذہنی اُپج کے مطابق اس پر اعتراض شروع کر دیتے ہیں جس سے لوگوں کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مولانا ان اعتراضات کو نقل کر کے ان کو مسکت جواب سے نوازتے ہیں۔ ایک انگریز مترجم قرآن کیمبرج یونیورسٹی کے استاد عربی پروفیسر پامر ہوئے ہیں۔ اس موقع پر طنز وتعریض کا نشتر یوں چلاتے ہیں۔ ''رب اسلام نے کافروں پر ہر چہار طرف سے دھاوا بول دیا۔ مولانا نے جواب سے نوازتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''دھاوا چاروں طرف سے یقیناً بول دیا گیا تھا لیکن اس جھوٹ میں سچ صرف اتنا ہے کہ دھاوا اسلام کا نہ تھا خود اسلام پر تھا''۔[7]

مستشرقین کے بھیدوں کو فاش کیا:

آج کل مستشرقین کی تحقیقات کا سارا زور اسلام، قرآن اور محمد ﷺ کے بارے میں اہل ایمان کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے۔ اس کے لئے ان کا طریقہ کار نہایت عیارانہ ہوتا ہے۔ وہ سیرت کے عمومی پہلوؤں کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کر کے قاری کا دل موہ لیتے ہیں۔ پھر جو جی میں آئے اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالے سے ہرزہ سرائی شروع کر دیتے ہیں۔ مولانا ماجدیؒ نے ان کے طریقہ کار اور دجل وتلبیس کا پول کھول کر اہل ایمان پر احسان عظیم کیا ہے۔ مولاناؒ آل عمران آیت نمبر ۷۲ کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ: ''آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی

محققین، یہود و مسیحی مستشرقین نے فرنگی زبانوں میں سیرۃ نبوی لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم و تحقیق، وسعت مشرب و بے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اٹھاتے ہیں اور معلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ پیغمبر عرب اور مصلح عالم کی نعت اور مقنن اعظم اور مثیل موسیٰ کی منقبت میں دریا کے دریا بہادیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ نعوذ باللہ، انہیں کچھ خلل دماغ سا تھا یا یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی مضامین کہیں سے سن سنا کر انہیں چرا لیتے تھے۔ وقس علی ھذا تو یہ بھی اسی قدیم یہودیانہ دجل و تلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس'' ایسے ہی سورہ فرقان آیت نمر ۴ کی تفسیر میں مولانا ماجدیؒ نے تحریر فرمایا کہ ''بعینہ یہی جاہلانہ اور بے دردانہ الزام آج بھی سینکڑوں یہودی، مسیحی اور ملحد مستشرقین اپنی کتابوں میں دہرا رہے ہیں اور اس جہل کو سند اپنی روشن خیالی کی سمجھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں اور کس قدر مضحکہ انگیز نمائش علم و فضل کے ساتھ فرماتے ہیں ''نعوذ باللہ'' محمد تھے بڑے ذہین، زیرک، چالاک ایک اثر انگیز کتاب اپنی طرف سے گڑھ کر اس سے خدا کی جانت منسوب کرایا۔ ایسے ہی سورہ قرآن آیت نمبر ۴ کی تفسیر میں مولانا ماجدیؒ نے تحریر فرمایا کہ ''بعینہ یہی جاہلانہ اور بے دردانہ الزام آج بھی سینکڑوں یہودی، مسیحی اور ملحد مستشرقین اپنی کتابوں میں دہرا رہے ہیں اور اس جہل کو سند اپنی ''روشن خیالی'' کیس سمجھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں اور کس قدر مضحکہ انگیز نمائش علم و فضل کے ساتھ فرماتے ہیں ''نعوذ باللہ'' ، محمد تھے بڑے ذہین، زیرک، چالاک ایک اثر انگیز کتاب اپنی طرف سے گڑھ کر اس سے خدا کی جانب منسوب کر دیا''۔[8]

مولانا ماجدیؒ سورہ یونس آیت ۴۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''ومنهم من يستمع اليک'' یعنی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بات سنیں گے اور سوچ سمجھ کر ماں بھی لیں گے۔ آج کی یہ تصویر بہت سے مستشرقین یورپ پر سیرت نبوی، شریعت اسلامی اور کلام الہیٰ پر قلم اٹھانے والوں پر صادق آرہی ہے۔ ان کی کتابوں کی تمہیدوں، مقدموں، دیباچوں کو پڑھیئے تو اپنے کو ظاہر کریں گے کہ یہ کیسے بے تعصب الفاظ پسند تحقیق دوست ہیں اور جوں جوں آگے بڑھتے جایئے زہر ہلاہل کے انبار در انبار انہیں اوراق میں ملتے جائیں گے۔ مفروضات و احتمالات کے ڈھیر لگاتے جائیں گے اور قرآن کا کلام الہیٰ ہونا اور محمد عربی کا رسول برحق ہونا بطور احتمال بھی اپنے سامنے نہ لائیں گے۔[9]

مغربی تعلیم یافتہ طبقہ اور رہنمایاں قوم کے دل ودماغ پر دستک:

مولانا ماجدیؒ سورہ یونس کی آیت ۷۰ میں فرماتے ہیں "متاع فی الدنیا کہہ کر قرآن نے منکر و مکذب قوموں کی بالکل صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ اجمال کی تفصیل کے لئے مشاہدہ ہوں روس اور امریکہ اور برطانیہ اور بڑی بڑی مہذب اور ترقی یافتہ "اقبال مند"، قوموں کے حالات ان کے آپس کے رشک وحسد کا حال ان کی حرام کاریوں کا حال ،ان کی شراب نوشیوں کا حال، ان کی غیر طبعی اور حیوانی شہوت رانیوں کا حال، ان کی سود خوریوں کا حال، ان کی جرائم کا حال، ان کے ہاں امراض خبیثہ کا حال، ان کے اسٹرائیکون اور ہڑتالوں کا حال، زندگی سے اکتا اکتا کر ان کی خودکشیوں کا حال اور پھر فیصلہ کیجئے کہ متاع دنیا کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی ان منکرین حق کو باوجود اپنی انتہائی ترقیوں کے فلاح کسی حال میں بھی حاصل ہے؟ اور آج جو کج فہم ہمدردان قوم، قوم وملت کو انہیں ترقی یافتہ قوموں کی روش پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ ملت کو فلاح کی جنت کی طرف لئے جارہے ہیں یا دنیا ہی میں دوزخ کے عذاب کی طرف؟[10]

بعض مفسرین کی عبارتوں پر گرفت:

انسان چاہے کتنا پارسا اور باکمال کیوں نہ ہو اپنی فطری لحاظ سے کمزور واقع ہوا ہے۔ اس کمزوری سے اگر کوئی بچا ہے تو وہ انبیاء کرام کی جماعت ہے۔ جن کی نگرانی وحی کی روشنی میں ہوتی ہے۔ اس فطری کمزوری کی وجہ سے بعض اوقات انسان اپنے جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے جادہ حق سے پھسل جاتا ہے اور علم و تحقیق کے حدود سے بھی تجاوز کرتا ہے۔ سورہ یونس آیت نمبر ۲۷ کی تفسیر میں مولانا ماجدی ایک ایسے ہی صاحب علم وعرفان کی عبارت پر گرفت فرمائی ہے: "صاحب بحر محیط علامہ ابوحیان غرناطی اندلسی نے اس موقع پر بلاوجہ جوش میں آکر حکمائے اسلام کو بہت ہی برا بھلا کہہ ڈالا ہے اور کہا ہے کہ ان فلاسفہ کو حقیقۃ جہلاء اور سفہاء کہنا چاہیئے کہ اسلام کے حق میں یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر دشمن ہیں اور یہ انبیاءؑ کے دشمن اور شریعت کے محرفین ہیں۔ ان کی کتابوں کا مطالعہ حرام ہونا چاہیے۔ (قس علی هذا) اور کمال یہ کیا ہے کہ اپنی خفگی کی اس لپٹ میں سید المفسرین امام رازی کو بھی لے لیا ہے اور ان کا ذکر صرف هذا الرجل سے کیا ہے"۔[11]

عصر حاضر کی غلط فہمیوں کا ازالہ:

بعض چیزیں غلط العوام کے قبیل سے ہیں بات عوام میں مشہور ہو جائے تو اس کا ازالہ کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ عوام میں ولی اللہ کا صاحب تصرف ہونا، صاحب کشف ہونا لازمی خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان چیزوں کا ولایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: عوام میں یہ مشہور ہے کہ اگر کوئی صاحب ارشاد بزرگ ہو تو اس کا صاحب تصرف ہونا، صاحب کشف ہونا اور بشری تقاضوں مثلاً اہل وعیال اور بازاروں میں سودا سلف خریدنے سے ممتاز ہونا چاہیئے۔ ''مولانا تھانوی کے حوالے سے یہ مسئلہ خوب اٹھایا ہے کہ مولانا تھانوی نے فرمایا کہ صاحب ارشاد کا صاحب تصرف ہونا یا صاحب کشف ہونا یا ضروریات بشری میں عام انسانوں سے ممتاز ہونا ہر گز ضروری نہیں صرف صاحب علم و عمل ہونا ضروری ہے''۔[12]

قرآن کی آفاقیت اور تہذیب فرنگ:

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی تھا کہ ایک ایسی تہذیب دنیا میں پیدا ہو گی جس میں حقوق العباد کا مذاق اڑایا جائے گا۔ خصوصاً والدین جو ان کے محسن حقیقی ہیں کے حقوق کو نظر انداز کیا جائے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے اندر ان افراد کے حقوق پر نہایت زور دیا۔ مولانا سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''ماں باپ کی خدمت کرتے رہنا شریعتِ اسلامی کے اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ تہذیب فرنگ کی طرح شریعت اسلامی کا یہ فتویٰ نہیں کہ لڑکا جب عاقل اور بالغ وصاحب اختیار ہو جائے تو بیوی کو ساتھ لے کر اپنا الگ گھر بار کر لے اور بوڑھے ماں باپ سے تعلق رکھے بھی تو محض دور کا اور ضابطہ کا۔ بڑے ہو کر ماں باپ سے بے تعلقی، خاصی وصف حیوانی ہے اور تہذیب فرنگ نے حیوانیت کے اور عنصروں کی طرح اسے بھی بے تکلف اپنے میں جذب کر لیا ہے۔ قرآن مجید کو جیسے پورا علم تھا کہ ایک دور عالم انسانیت پر ایسا آئے گا جب یہ حیوانیت ہی عین علامت تہذیب سمجھی جائے گی۔[13]

تفسیری نکات کی توضیح:

بعض اوقات قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے کوئی نیا فائدہ حاصل ہوتا ہے یا کسی مسئلہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مواقع کا ادراک کرنا اور پھر ان کی وضاحت ایک لائق مفسر کا کام ہے۔ مولانا

موصوف بھی ان مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک آیت ایسے ہی موقع پر سورہ الانعام آیت ۱۵۱ میں بھی آئی ہے مگر وہاں الفاظ ہیں۔ ''نرزقھم وایاکم'' یہاں اس کے برعکس صیغہ غائب پہلے اور صیغہ مخاطب بعد کو یہ فرق کیوں؟

اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں، ایک چیز تو ہے نفس افلاس یا اس کا وقوع، یعنی والدین واقعتہً اور فی الحال افلاس میں مبتلا ہیں، اور اس لئے بچوں کی زندگی ختم کئے دیتے ہیں۔ اور دوسری چیز ہے خوف افلاس یعنی والدین فی الحال تو افلاس میں مبتلا نہیں لیکن اندیشہ یہ کر رہے ہیں کہ اولاد اگر پیدا ہونی شروع ہو گئی تو موجودہ آمدنی کفایت نہ کرے گی۔ قرآن مجید نے ان دونوں فتنوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے، اول الذکر کے موقع پر محض من املاق آیا ہے۔ اور آخر الذکر کے موقع پر خشیۃ املاق لایا گیا ہے۔

اور حرام اگرچہ دونوں صورتوں میں قتلِ اولاد کو ٹھہرایا ہے لیکن جہاں ''من املاق'' ہے یعنی افلاس کا تحقق پایا جا چکا ہے۔ وہاں خطاب براہِ راست ہے۔ ''نرزقکم وایاھم ''یعنی اے گروہ والدین تمہیں تو بہر حال ہم رزق پہنچا ہی رہے ہیں۔ اسی طرح اولاد کو پہنچاتے رہیں گے۔ اور جہاں خشیۃ املاق ہے یعنی تحقیق افلاس فی الحال نہیں بلکہ صرف اس کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ وہاں ترتیب خطاب میں ایک ذرا سا لطیف و نازک فرق کر دیا ہے۔ ''نرزقکم وایاھم ''ہم انہیں بھی رزق پہنچاتے رہیں گے۔ جیسا کہ تمہیں اب تک پہنچاتے رہے ہیں''۔[14]

قرآن آیت کی کتاب ہے دنیوی ترقی کے لیے عقل کی فضیلت بیان کیا ہے:

قرآن کریم ہر لمحہ اور ہر موڑ پر انسانوں اور مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق سماجی زندگی سے ہو یا معاشی اور سیاسی زندگی سے، لیکن ان تمام باتوں کے لئے قرآن اصول دیتا ہے جزئیات پر بحث نہیں کرتا۔ مولانا ان لوگوں سے شکوہ کر رہا ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے نہ کہ معیشت اور سیاست کی۔ مالی اور معاشی ترقی کے اصول قرآن سے نکالنے کے بجائے ہدایت حاصل کرنے کے لئے قرآن کے قریب آیا جائے۔ مولانا سورہ کہف آیت ۲۸ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ آیت آج کل کے بہت سے ''مصلحین'' کے لئے قابل غور ہے۔ آج ہر ''اصلاح'' پر زور خواہ وہ عقائد سے متعلق ہو یا اعمال سے سب سے زیادہ اسی پہلو سے دیا جاتا ہے کہ اس سے

مسلمانوں کی مالی و معاشی حیثیت چمک جائے گی۔ یا اس سے مسلمان سیاسی اقتدار حاصل کرلیں گے وقس علیٰ ھذا۔ غرض مقصود و مطلوب ہر ''اصلاح'' سے کسی نہ کسی پہلو اور اعتبار سے یہی دنیا اور اس کی سربلندیاں ہی رکھی جاتی ہیں۔ تعلیم قرآنی اس ذوق فاسد سے کس درجہ ابا کرتی ہیں۔ یہاں تو حکم یہ مل رہا ہے کہ جن لوگوں کے پیش نظر یہی دنیوی زندگی اور اس کی چمک دمک ہے اور جن کے قلب و دماغ یادِ الٰہی اور ذکر آخرت سے خالی ہیں، اور اپنی ہی خواہش نفس، اپنی ہی اسکیمیں اور منصوبہ بندیاں ان کے پیش نظر رہتی ہیں۔ غرض یہ کہ جن کے دل و دماغ کے کاروبار کا سارا دھندا اسی مادی زندگی کے فروغ کے بل پر رہتا ہے اور جن کا محور فکر، محور عمل یہی دنیوی زندگی ہے، ایسوں کی طرف کسی مسلمان کو رخ ہی نہ کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید پڑھنے والے اور اس پر ایمان رکھنے والے سارے لوگ سوچ لیں کہ یہ اشارے آج دنیا کی کن قوموں کی جانب ہیں؟ خواہ وہ یورپ کی ہوں یا امریکہ کی، افریقہ کے ہوں یا ایشیاء کی، کون اس ''ترقی پسندی'' کی شکار ہونے سے بچی ہوئی ہیں۔[15]

کفار کی ترقی دیکھ کر آرزو کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں:

مسلمان جو غیر مسلموں کی ترقی کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور ان کی اقبال مندی کو اپنے لیے آئیڈیل سمجھتے تو یہ ایک مسلمان کی اخلاق و کردار کے منافی عمل ہے۔ اسلام نے محنت کی اہمیت پر ضرور زور دیا ہے لیکن ایک حد اور دائرے کے اندر رہتے ہوئے اور وہ دائرہ یہ کہ فکر آخرت متاثر نہ ہو۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی سورہ مریم آیت نمبر ۷۳ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ جاہلی استدلال آج جس زور شور سے پیش کیا جارہا ہے۔ شاید پہلے بھی کبھی نہ ہوا ہو۔ صرف اہلِ باطل ہی نہیں بلکہ ان سے مرعوب بہت سے مسلمان بھی مسیحی قوموں، مشرک قوموں، لامذہب قوموں کی مثالیں پیش کر کے پکار پکار کر مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو، ان کی دولت، عظمت، جاہ و ثروت دیکھو، ان کی اقبال مندی پر نظر کرو اور اگر تم اپنی ترقی اور رفاہ چاہتے ہو تو ان ہی کے طریقے اختیار کرو، ان ہی کے روش پر چلو، اور یہی کرو جو یہ ''ترقی یافتہ'' ''اقبال مند'' قومیں کر رہی ہیں۔ ''ترقی و فلاح'' نام ہی ان ہی دنیا پرست و آخرت فراموش قوموں کی اندھا دھند تقلید کا پڑ گیا ہے''۔[16]

وحی نبوت اور وحی الہام:

مولانا سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۳۸ کی تفسیر میں اس مسئلہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں "یہ وحی، وحی نبوت نہ تھی، وحی الہام تھی۔ اور الہام غیر انبیاء کے لیے بھی جائز وثابت ہے۔ بعض مسیحی فاضلوں نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے والد ماجد عمران کا گھر لبِ دریا تھا۔ نیل اسی طرف سے بہتا ہوا فرعون کے محل کے نیچے سے گزرتا تھا۔ اور ایک وقت مقررہ پر دختر فرعون (قرآن نے اس کی تصحیح کر کے بتایا کہ نہیں بلکہ آسیہ زوجہ فرعون) سیر دریا کے لئے آتی تھیں۔ والدہ موسیٰؑ نے سوچا کہ بچہ کی جان بچنے کی اور کوئی صورت تو ظالم حکومت کے کارندوں سے ہے نہیں، ایک لگتی ہوئی صورت یہ البتہ ہو سکتی ہے کہ بچہ از خود دختر فرعون (صحیح یہ کہ زوجہ فرعون) کے حضور تک پہنچ جائے۔ عورتیں یوں بھی نرم دل اور ترس کھانے والی ہوتی ہیں۔ پھر یہ بچہ تو ہے بھی اسقدر پیاری اور موہنی صورت والا عجب کیا جو اس محترم خاتون کو اس پر رحم آجائے اور خود فرعون پر بھی اگر اثر کسی کے کہنے سننے کا ہو سکتا ہے تو اسی خاتون محترم کا بس یہی سمجھ کر مادر مہربان نے صورت حال کا صحیح اندازہ کر کے موسیٰؑ کو بجرلے پر بٹھا بہاؤ کے رخ چھوڑ دیا۔ اور نتیجہ بالآخر حسبِ مراد نکلا۔" یہ بیانات تاریخ پر نہیں بلکہ تمام تر ظن اور تخمین پر مبنی ہے۔ لیکن بالفرض صحیح ہوں جب بھی نفس واقعہ کے اعجازی پہلو پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ الہام الہیٰ بہر حال الہام الہیٰ ہی ہے۔ خواہ بالکل مجمل اور براہِ راست ہوا ہو یا تفصیلاً، یہ درمیانی زینے سب عقل کو سمجھا دیئے گئے ہوں"۔[17]

تاریخی حوالے اور فقہی اشارے:

مفسر ماجدیؒ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۹۷ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہندوستان میں یہ جو چھوت چھات کا دستور صدیوں سے نازل ہے، عجب نہیں کہ یہ قول ماضی قریب کے ایک مشہور فاضل مولانا گیلانی قدس سرہ کے، اس کی اصل بھی اسی سامری کے "لامساسیت" سے نکلے"۔

فقہاء نے یہاں سے دو مسئلے اخذ کیے ہیں۔ ایک یہ کہ مجرم کے لئے سزائے حبس دوام جائز ہے (لامساس کا مضمون اس میں آگیا ہے) دوسرے یہ کہ مجرم سے اختلاط وملاقات کا منع کر دینا جائز ہے۔

اہل اشارات نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ جو خطائیں بدون خبث وعزم بغاوت صادر ہو جاتی ہیں، ان سے توبہ کی توفیق بھی اکثر نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسے یہاں عام اسرائیلوں کی خطا توبہ کے بعد معاف ہو گئی اور سامری کو اب سزا مل کر رہی۔[18]

تخلیق انسانی کی تشریح:

مولانا ماجدی سورہ مومنون کی آیت نمبر ۱۴ کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''آفرینش انسانی کی جمادی، نباتی، حیوانی ساری منزلیں گنا کر آخر میں بتادیا کہ اسے چیز ہی کچھ اور بنادیا۔ جس کی نظیر و مثل سے سارا عالم حیوانات خالی ہے۔ اور حکمت و فلسفہ، صنعت و حرفت ریاضی اور انجینٹری، شعر وادب اور سب سے بڑھ کر علوم نبوی (معارف وحقائق) کے عجائبات اس کی ذات سے ظاہر کرائے گئے۔ جمادیت و نباتیت کا ذکر نہیں۔ حیوانیت بلکہ حیوانیت سے اعلیٰ یہی انسان جس قدر ممتاز و بلند ہے۔ اس کی شرح کے لئے ایک دفتر چاہیئے''۔[19]

قرآن کتب سابقہ کے اغلاط کی تصحیح کرتا ہے:

تفسیر ماجدی سورہ یوسف آیت نمبر ۶۵ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ''پڑھنے والے یہ خیال رکھیں کہ توریت کے اس نقدی کے مقابلے میں قرآنی لفظ بضاعۃ کہیں زیادہ جامع ہے اور قیمت کی ہر صورت کو حاوی ہے۔ توریت میں ہے اور یوں ہوا جب انہوں نے اپنے بورے خالی کیا تو دیکھا کہ ہر شخص کی نقدی بندھی ہوئی اس کے بورے میں تھی'' ۔ پیدائش (۴۲ : ۳۵)

ایسے ہی ونزداد کیل بغیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کوئی لفظ بھی بلا ضرورت نہیں لاتا۔ خواہ اس ضرورت تک رسائی کسی بھی شارح و مفسر کے دماغ کی نہ ہو سکے۔ بعیر کی صراحت عجب نہیں۔ یہاں اس مصلحت سے بھی ہو کہ توریت نے یہاں جو بارشتر کے بجائے بار خر رکھا ہے اس کی تردید ہو جائے۔ توریت میں اس موقع پر ہے: ''اور انہوں نے اپنے گدھوں پر غلہ لادا اور وہاں سے روانہ ہوئے''۔ پیدائش (۲۲ : ۲۶)[20]

نفس اور روح میں فرق:

مولانا ماجدیؒ سورہ زمر آیت نمبر ۴۲ کی تفسیر میں نفس اور روح کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں " ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور روح بھی اور دونوں کے درمیان ایک شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس نفس تو وہ ہے جو ادراک و شعور کا مبدأ ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس و حرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے نہ کہ اس کی روح کو، آیت سے موت اور نیند کی گہری مشابہت اور یکسانی پر اچھی خاصی روشنی پڑ جاتی ہے"۔[21]

تہذیب فرنگ کی تردید:

مولانا عبدالماجدؒ سورہ نبأ کی آیت ۱۰، ۱۱ کی تفسیر کرتے ہوئے تہذیب جدید کی عیاشیوں کا یوں جائزہ لیا ہے "رات کا وقت جو فاطر کائنات نے انسان کے تھکے ہوئے جسم اور دماغ کے لیے سکون و راحت کا اور عبادات خلوت کا وقت بنایا "تہذیب" کے شیطان نے عین اسی کو تعیشات اور نفس پرستیوں کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ سنیما، تھیٹر، آپیرا، ڈانس، مئے نوشی اور اس سے بھی بدتر اور گندمشغلے رات ہی کی گھڑیوں میں انجام پاتے ہیں"۔[22]

Refrences

[1] Tafsir-e-Majidi, Maulana Abdul Majid Daryabadi, Vol. 1, p. 798, Footnote 320, Majlis Nashriyat Islam Karachi Pakistan, 1998.
[2] Majidi, Vol. 1, p. 812, Nisa: 140, Footnote 366.

[3]Majidi, Vol. 1, p. 819, Nisa: 150, Footnote 382
[4] Majidi, p. 927, Footnote 188
[5] Majidi, Vol. 1, p. 805, Surah Nisa, Ayat 129, Footnote 340.
[6] Majidi, Vol. 1, p. 425, Baqarah Ayat 227, Footnote 842.
[7] Majidi, Vol. 1, p. 406, Baqarah Ayat 217, Footnote 798.

[8] Majidi, Vol. 1, p. 595, Aal-e-Imran, Ayat 72. Tafsir-e-Majidi, Vol. 3, p. 493, Surah Furqan, Ayat 4, Footnote 3
[9] Majidi, Vol. 2, p. 460–461, Footnote 68.
[10] Majidi, Vol. 2, p. 477, Footnote 105
[11] Majidi, Vol. 2, p. 451, 452, Footnote 48, Surah Yunus.
[12]Majidi, Vol. 2, p. 521, Surah Hud Ayat 31, Footnote 43.
[13]Majidi, Vol. 3, p. 27, Footnote Number 34, Bani Isra'il.
[14]Majidi, Vol. 3, p. 34, 35, Bani Isra'il, Ayat 31, Footnote 45.
[15] Majidi, Vol. 3, p. 115, Kahf 28, Footnote 45.
[16] Majidi, Vol. 3, p. 210, Maryam, 73, Footnote 108.
[17] Majidi, Vol. 3, p. 234, Taha 38, Footnote 32.
[18] Majidi, Vol. 3, p. 261, Taha 97, Footnote 114.
[19]Majidi, Vol. 3, p. 401, Muminoon 14, Footnote 11.
[20]Majidi, Vol. 2, p. 626, Surah Yusuf, Ayat 65, Footnote 123.
[21]Majidi, Vol. 5, p. 127, Surah Zumar, Footnote 55.
[22] Tafsir-e-Majidi, Vol. 7, p. 419, Surah Naba, Footnote 9.